حضرت اَقدس پیرو مرشد مولانا سیّد حامد میاں صاحبؒ کے مجلسِ ذکر کے بعد درسِ حدیث کا سلسلہ وار بیان ''خانقاہِ حامد یہ چشتیہ'' رائیونڈ روڈ لاہور کے زیر انتظام ماہنامہ ''اَنوارِ مدینہ'' کے ذریعہ ہر ماہ حضرت اقدسؒ کے مریدین اور عام مسلمانوں تک باقاعدہ پہنچایا جاتا ہے۔ اَللہ تعالیٰ حضرتِ اَقدسؒ کے اِس فیض کو تاقیامت جاری و مقبول فرمائے۔ (آمین)

اِسلام لانے کے بعد صحابہ اَمن پسند اور دیانت دار ہو گئے۔ سرکاری دورہ اور تحائف

یتیم کا مال حکومت نگران۔ کفار کے ہاں میدان سے بھاگنا گناہ نہیں

﴿ تخریج و تزئین : مولانا سیّد محمود میاں صاحب ﴾

(کیسٹ نمبر 77 سائیڈ B　1987 - 10 - 25)

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی خَیْرِ خَلْقِہٖ سَیِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَّاٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ اَمَّابَعْدُ !

آقائے نامدار ﷺ نے اِرشاد فرمایا کہ یتیم کا مال کھانا یہ بھی مُوْبِقَاتْ میں ہے مُہلکات میں ہے اِنسان کو یعنی اُس کی عاقبت کو برباد کر دیتا ہے تو وہ سات چیزیں کہ جن سے بچنے کی ہدایت فرمائی تاکید فرمائی اُن میں ایک یہ بھی ہے۔ اِنسان میں کمزوریاں ہیں اور وہ غالب آجاتی ہیں سوچتا ہے کہ نہ غالب آئیں پھر بھی غالب آجاتی ہیں تو اُنہیں اگر روک دیا جائے تو رُک بھی جاتا ہے آدمی۔

صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین جس ماحول سے نکل کر مسلمان ہوتے تھے اُس ماحول میں بہت کم دیانت دار لوگ تھے اور زیادہ لوگ اَکثریت اُن کی حلال و حرام کی تمیز جانتے ہی نہیں تھے اُنہیں کوئی خبر ہی نہیں، جب یہاں آتے تھے تو رسول اللہ ﷺ اُن کو بتلاتے تھے کہ یہ غلط ہے یہ صحیح ہے۔

ایک صحابی ہیں حضرت مغیرہ اِبن شعبہ رضی اللہ عنہ یہ بہت بڑے صاحبِ تدبیر اور بڑے بہادر اور گوریلہ لڑائی کے ماہر، تو اِن کا یہ ہوا کہ یہ کچھ لوگوں کے ساتھ سفر کر رہے تھے دِل میں یہ تھا کہ مسلمان

ہو جاؤں گا تو اِنہوں نے اپنے ساتھیوں میں ایک کو مارا دُوسرے کو مارا اور اُن کا مال لیا اور آ گئے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں تو آقائے نامدار ﷺ نے اِرشاد فرمایا کہ اَمَّا الْاِسْلَامُ فَاَقْبَلُ تمہارا جو اِسلام ہے یہ تو میں قبول کرتا ہوں منظور کرتا ہوں وَاَمَّا الْمَالُ فَلَسْتُ مِنْهُ فِیْ شَیْءٍ [1] اَوْ کَمَا قَالَ عَلَیْهِ السَّلَامُ مال جو ہے اِس کی ذمہ داری یہ میرے اُوپر نہیں، مگر وہ رہے وہاں کچھ مطالبہ بھی نہیں ہوا اور صلح بھی اُس وقت تک نہیں ہوئی تھی حدیبیہ کی، حدیبیہ کی صلح میں یہ طے ہو گیا تھا کہ اگر کوئی ایسے کرے گا اور ہم اُسے واپس بلائیں گے تو آپ کو واپس دینا ہوگا وَاِنْ کَانَ عَلٰی دِیْنِكَ چاہے وہ مسلمان ہو چکا ہو پھر بھی اِلَّا رَدَدْتَهٗ اِلَیْنَا [2] ہمارے پاس آپ کو واپس بھیجنا ہوگا، یہ معاہدہ ہو گیا یہ اِس سے پہلے کی بات ہے۔

تو یہ تمیز کہ یہ درست ہے یہ نا درست ہے یہ تو اِسلام نے بتلائی ہیں چیزیں، اِس سے پہلے تو اِن لوگوں میں اِس چیز کی کوئی تمیز نہیں ہوتی تھی، کسی کو بھی پکڑ لیتے تھے اور بیچ دیتے تھے، آپس میں قبائل میں دُشمنیاں تھیں مخالف قبیلے کے لوگوں کو پکڑ لیتے تھے اور بیچ ڈالتے تھے۔

حضرت زید رضی اللہ عنہ جنہوں نے جنابِ رسول اللہ ﷺ کے یہاں تربیت پائی ہے اُن کو اِسی طرح ایک دُشمن قبیلہ جو تھا اُس نے حملہ کیا پکڑ لیا اور پکڑ کے اِغوا کر کے لے گئے لے جا کر بیچ دیا اور وہ غلام بن گئے ہوتے ہوتے وہ مکہ مکرمہ میں آ گئے اور رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں آ گئے یہیں رہے تو یہ تمیز کہ اِس طرح سے مال جائز ہے لے سکتے ہو اِس طرح نا جائز ہے نہیں لے سکتے، یہ تمیز ہوتے ہوتے، ہوتے ہوتے اِتنے درجے تک پہنچا دیا کہ تقوی یہ ہے کہ یہ لو اور یہ نہ لو۔

حضرت معاذ اِبن جبل رضی اللہ عنہ کے بارے میں رسول اللہ ﷺ نے تعریف کی ہے کہ اَعْلَمُهُمْ بِالْحَلَالِ وَالْحَرَامِ [3] حلال اور حرام کا علم رکھنے والے معاذ اِبن جبل ہیں اِن کے پاس زیادہ ہیں معلومات اِس قسم کی، پہلے کچھ غلطی ہو گئی تھی نماز پڑھانے کی اُس کے بعد تنبُّہ ہوا ہوگا پھر پوچھتے رہتے

---

[1] بخاری شریف کتاب الشروط رقم الحدیث ۲۷۳۱

[2] بخاری شریف کتاب الشروط رقم الحدیث ۲۷۱۱

[3] مشکوۃ شریف کتاب المناقب رقم الحدیث ۶۱۲۰

ہوں گے خیال رکھتے ہوں گے حتی کہ یہ اِتنے بڑے ہوگئے کہ اَعْلَمُهُمْ بِالْحَلَالِ وَالْحَرَامِ فرمادیا رسول اللہ ﷺ نے اِن کی تعریف فرمادی، اِن کو بھیجا تھا آقائے نامدار ﷺ نے کہ جائیں وہاں یمن سے وصول کرلائیں جو کچھ بھی اُن پر واجب ہوتا ہے، یہ گئے وہاں سے وصول کرکے لائے وہاں جب پہنچے اور وہاں ٹھہرے تو کچھ لوگوں سے دوستی ہوگئی تعلقات ہوگئے تو اِن کو ویسے ہی اِس طرح کے تحائف مِل گئے اور وہ خالص دوستی جیسے ہوجاتی ہے وہ ہوگئی اُس میں ہی اُنہوں نے (تحائف) دیے ہیں، یہ لے کر سب وصول کرکے آگئے تو آقائے نامدار ﷺ نے اِن کو چلتے وقت بتلا دیا تھا کہ شاید تمہاری دوبارہ آگے کو ملاقات میرے سے نہ ہو لَعَلَّكَ اَنْ تَمُرَّ بِمَسْجِدِیْ هٰذَا وَقَبْرِیْ [1] شاید ایسے ہو کہ میری یہ مسجد اور میری قبر سے تم گزرو، حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کو اِس بات کو سن کر بہت رونا آیا تھا لیکن بہرحال وہ وہاں گئے مسلمانوں کے لیے تو یہی حکم تھا کہ جہاں بھیجا جائے وہاں جاؤ ثواب بھی اُس میں زیادہ ہے۔

حکم کی تعمیل کرنے میں ثواب زیادہ ہونے کی وجہ :

ایک صحابی تھے اُنہوں نے سوچا کہ میں نماز ایک اور پڑھتا جاؤں اور لشکر باہر تھا تو وہ آگئے نماز پڑھی نماز کے بعد آپ نے دیکھا اور فرمایا کہ تم یہاں کیسے ؟ تم تو لشکر میں جارہے تھے اُنہوں نے کہا جا تو رہا تھا اور جا بھی رہا ہوں اَب بھی، سوچا کہ ایک نماز اور جناب کے پیچھے پڑھ لوں تو رسول اللہ ﷺ نے اِسے پسند نہیں فرمایا، یہ فرمایا کہ وہاں تمہیں جو اَجر ملتا وہ زیادہ تھا یعنی وہاں تم جارہے ہو تو وہاں تمہیں یہاں کا اَجر خود ہی ملتا اَب یہاں کا مِلا ہے وہاں کا نہیں مِلا، ایک رہ گیا، تو عام نظر جو تھی وہ اور چیز ہے اور خاص نظر اور، تو حکم جب دے دیا جائے کہ جاؤ تو وہی اَفضل تھا تو رسول اللہ ﷺ کے حکم کی اِطاعت کی جائے اُسی میں فضیلت ہے۔

سرکاری دورہ اور تحائف، حضرت عمرؓ کا اِعتراض :

تو یہ (حضرت معاذؓ یمن) چلے گئے، واپس آئے ہیں تو اَبوبکر رضی اللہ عنہ کا زمانہ تھا جو کچھ وہاں

---

[1] مشکوۃ شریف کتاب الرقاق رقم الحدیث ۲۷۳۱

سے وصولی ہوئی وہ پیش کر دی اور پھر یہ بھی کہہ دیا کہ یہ اُن لوگوں نے مجھے دیا ہے۔ اَبو بکر رضی اللہ عنہ نے تو کچھ نہیں فرمایا اُس کو منظور فرمایا لیکن حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اِختلاف کیا کہ یہ ٹھیک نہیں ہے وہاں جانا جو تھا آپ کا وہ سرکاری طور پر تھا تو جو کچھ وہاں سے وصول ہوا وہ آپ کا نہیں ہے وہ سب سرکاری ہے وہ سب خزانے میں جمع ہونا چاہیے اِنہوں نے اِختلافِ رائے کیا لیکن اَبو بکر رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی رائے سے اِتفاق نہیں کیا اور حضرت معاذؓ نے دلیل پیش کی کہ رسول اللہ ﷺ کو معلوم تھا کہ مجھے مالی ضروریات مجبور کر رہی ہیں زیادہ ہیں میرے ساتھ لگی ہوئی تو ایک مقصد یہ بھی تھا وہاں بھیجنے میں کہ میری اِمداد ہو جائے تو یہ اُنہیں معلوم تھا اِس لیے حضرت صدیقِ اَکبر رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی بات کی تائید نہیں کی۔

خواب اور حضرت معاذؓ کا تقوٰی :

حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے پھر خواب دیکھا ایک، جیسے کہ میں کہیں ڈوب رہا ہوں اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مجھے بچایا ہے تو پھر اِس کی تعبیر وہ یہ سمجھے کہ یہ مال غلط ہے، آئے واپس وہ مال دے دیا کہ بیت المال میں جمع کر لیجئے۔

میں یہ عرض کر رہا تھا کہ اُن کا حال پہلے تو یہ تھا کہ لوٹ مار کرتے تھے حلال وحرام کی بالکل تمیز نہیں تھی اور جو آتے تھے وہ اُسی معاشرہ میں سے آکر مسلمان ہوتے تھے پھر اِتنی تبدیلی آجانی اِتنی تیزی سے کہ اِن میں تقوٰی آجائے اور تمیز حلال وحرام کی ہو جائے اور رسول اللہ ﷺ کا یہ فرمانا کہ مشتبہ چیزوں سے بچو جہاں شک پڑ جائے بس بچ جاؤ اُس سے اُس کو چھوڑ دو دَعْ مَا یُرِیْبُکَ اِلٰی مَالَا یُرِیْبُکَ اور مُشْتَبِھَاتْ سے بچو اور فرمایا فَمَنِ اتَّقَی الْمُشْبِھَاتِ[1] جو بچے مُشْبِھَاتْ سے بس اُس نے اپنے آپ کو بچا لیا ورنہ مشتبہ چیزوں میں پڑ کر غلطی میں پڑ جاتا ہے۔ تو اَب اُن کا حال پھر یہ ہو جاتا تھا کہ وہ آئے اور واپس دے دیا مال سارا، ضرورت بھی تھی مقروض تھے یا دیگر مصارف اُن کے ذمہ تھے جو شرعی تھے واجب تھے کوئی ایسے فضول خرچی کے نہیں تھے لیکن واپس کر دیا۔

---

[1] بخاری شریف کتاب الایمان رقم الحدیث ۵۲

سفارش وتجویز :

پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ یہ جو بیت المال میں آنا چاہیے تھا اَب آ گیا بیت المال میں اِس میں دینا چاہیے تھا اِنہوں نے دے دیا اَب جناب اِن کو یہ مال واپس کر دیں اَب اِنہیں آپ دے دیں، واپس کرنا نہ ہوا وہ تو دینا ہو گیا کہ اَب اِنہیں بطورِ اِنعام کے جناب یہ مال دے دیں تو پھر سب نے ہی اِس سے اِتفاق کیا کہ یہ بات ٹھیک ہے اَب دینا جو ہوگا یہ بیت المال کی طرف سے ہوگا یہ اَمیر المومنین کا دینا ہوگا اور یہ درست ہوگا تو اِن حضرات میں یہ تقوی آ گیا لیکن جس ماحول سے نکل کر آتے تھے وہاں اگر یتیم کا مال ہاتھ لگ جائے کوئی متولی ہو جائے مالِ یتیم کا تو یتیم تو بیچارا کچھ نہیں سمجھ سکتا وہ تو شفقت کا محتاج ہے اور اُسے کچھ تمیز نہیں بچارے کو، اُس کو تربیت کی بھی ضرورت ہے سمجھ ہے ہی نہیں اُس میں، وہ بچہ ہے تو یہ کرتے تھے کہ جلدی جلدی اُس کے مال کو کسی نہ کسی طرح سے گڑ بڑ کرتے تھے اپنے نام کرالیا اپنا کاروبار چلا لیا اُس کے ذریعہ تاکہ بڑے ہونے سے پہلے پہلے یہ ہو جائے۔ قرآنِ پاک میں ﴿لَا تَأْكُلُوْهَا اِسْرَافًا وَّبِدَارًا اَنْ يَّكْبَرُوْا﴾ اور جو کھا رہا ہے مال یتیم کا تو ﴿اِنَّمَا يَأْكُلُوْنَ فِيْ بُطُوْنِهِمْ نَارًا﴾ وہ آگ کھا رہا ہے آقائے نامدار ﷺ نے اِن کو بالکل روک دیا اور پوری دیانت داری سکھائی۔

حضرت عمرؓ کا دَور اور یتیم کا مال :

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور میں ایسے ہی ہوا ایک یتیم بچہ تھا اُس کا مال تھا تو وہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک تاجر کو دے دیا کہ یہ اِس کا مال ہے اور تم لگا لو تجارت میں، وہ لگائے رکھا مال اُس نے، اُس کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو خیال آیا کہ کیا ہوا اُس کا میں نے تمہیں وہ پیسے دیے تھے فلاں کے، اُنہوں نے کہا کہ میں نے تجارت میں لگایا ہے اور اَب وہ بڑھ کر اِتنے ہو گئے ہیں نفع ہوتا رہا ہے اور اُس حساب سے دیکھا جائے تو اِتنے بن گئے وہ غالبًا دس ہزار بن گئے تو دس ہزار دِرہم اُس زمانے میں یہ اچھی خاصی رقم ہوتی تھی کیونکہ یہ سمجھئے گا کہ یہ دُوسری جنگ جو ہوئی ہے اِس سے پہلے اور

جنگِ عظیم چودہ کے بعد جو تنخواہیں لوگوں کی ہوتی تھیں وہ چار روپے پانچ روپے اور وہ اِتنے ہوتے تھے کافی اُن کے لیے کہ اُن سے ختم نہیں ہوتے تھے تو بہت سی چیزیں تو فری یا بہت سستی تھوڑے سے پیسوں کی لے آئے وہ چل رہی ہے مہینہ تو اُس زمانے میں دس ہزار دِرہم اگر کسی کے پاس ہوں یعنی دس ہزار روپے ہوجائیں تو یہ اُس کے گزارے کے لیے اور ہوشمند ہونے کے دَور تک کے لیے کافی ہوسکتے تھے۔ تو اُنہوں پھر کہا کہ بس یہ واپس دے دو مجھے، واپس لے لیے تو دیانت داری کا دور آگیا اِتنا کہ اِس میں یہ نہیں رہا کہ کھا گئے یا اُڑا گئے یا نقصان دِکھا دیا کوئی غلط چیز ایسی نہیں سب ٹھیک ہوتے چلے گئے۔

آقائے نامدار ﷺ نے حدیث شریف میں منع فرمایا کہ یہ مُوْبِقَاتْ میں ہے یہ تو ہلاک کرڈالنے والی چیزوں میں ہے عاقبت برباد ہوجاتی ہے اِس سے اور قرآنِ پاک میں اَلگ نازل ہوا یہی حکم تو پھر یہ سارے کے سارے سب کے سب دیانت دار ہوگئے اور اَب تک آپ سنتے بھی ہیں اور عمل بھی کرتے ہیں اَب بھی دیانت دار لوگ ایسے ملتے ہیں کہ جو یتیم کا مال یا اور چیزیں کسی اور کی اَمانت اُس میں خیانت نہیں کرتے، یتیم کا مال کھالینا یہ تو خدا سے بے خوفی کی بھی بات ہے کہ ہوسکتا ہے کہ اِس کے اُوپر بھی یہی وقت آجائے اور اِس کے بچے بھی اِسی طرح کسی کے زیرِ نگرانی چلے جائیں تو اُس کو یہ خوف نہیں آرہا اور وہ کھا رہا ہے یہ غلط کام ہے یہ بے خوفی کی بھی بات ہے اِیمان جب آجائے گا تو آخرت کا خیال ہر وقت رہے گا خدا کی طرف ذہن ہر وقت رہے گا برائی سے بچے گا اور عمل کی جس طرح شریعت نے بتائی ہے ویسی کوشش کرتا رہے گا۔

میدانِ جہاد سے فرار :

اِرشاد فرمایا کہ ایک بہت بڑا گناہ جو ہے وہ یہ اَلتَّوَلِّیْ یَوْمَ الزَّحْفِ کہ جہاد ہو رہا ہو پیٹھ پھیر کر بھاگ جائے بہت بڑا گناہ ہے اور قرآنِ پاک میں بھی اِرشاد فرمایا ہے ﴿مَنْ یُّوَلِّ یَوْمَئِذٍ دُبُرَہٗ﴾ جو لڑائی کے دِن پشت پھیرے ﴿اِلاَّ مُتَحَرِّفًا لِّقِتَالٍ﴾ سوائے اِس کے کہ اُس کی نیت یہ ہو کہ میں پلٹ کر پھر آؤں گا لڑوں گا ﴿اَوْ مُتَحَیِّزًا اِلٰی فِئَۃٍ﴾ یا وہ جا رہا ہے مقصد یہ ہے کہ وہاں میری جماعت موجود ہے

اُن میں جاؤں گا میں، بھاگ کے نہیں جا رہا ہے میدان سے پیچھے ہٹنا ہوا یا یہ چال ہوئی ایک طرح کی یا پینترہ بدلنا ہو گیا جس طرح، چال چلنی ہو گئی لڑائی کی۔ تو اگر ایسی نیت نہیں ہے اُس کی بلکہ سچ مچ بھاگ رہا ہے میدانِ جنگ سے ﴿فَقَدْ بَآءَ بِغَضَبٍ مِّنَ اللّٰهِ﴾ اللہ کا غضب لے کر لوٹا ہے ﴿وَمَاْوٰهُ جَهَنَّمُ﴾ اور اُس کا ٹھکانا جہنم ہے۔

یہ جو مجاہدین ہیں جب تک میدان میں نہیں جاتے تو کہتے ہیں ڈر لگتا رہتا ہے لیکن جب میدان میں چلے جاتے ہیں یہ اَفغانستان والے لوگ بتاتے ہیں تو پھر یوں نہیں لگتا کہ جیسے میدانِ جنگ میں آئے ہوئے ہیں بے خوفی سی ہوتی ہے ایک طرح کی تو اللہ تعالیٰ جو مکلّف کرتے ہیں کسی چیز کا تو وہ اِنسان کی فطرت کو جانتے ہیں اُس کے علم میں ہے اُس کی بنائی ہوئی ہے ﴿اَلَا یَعْلَمُ مَنْ خَلَقَ﴾ وہ نہیں جانے گا جس نے پیدا کیا ؟ وہ تو جانے گا تو اللہ تعالیٰ جانتے ہیں اللہ نے بنایا ہے اِنسان کی فطرت کو اِسی طرح کا کہ جب وہ میدان میں اُتر آئے تو یہ کیفیت نہیں ہوتی اگر جمنا چاہے تو جم سکتا ہے اور جب جمو گے تو پھر دُوسرے کو شکست اُٹھانی پڑے گی۔

کفار کے ہاں میدان سے بھاگنا گناہ نہیں :

اُن کے ہاں پیچھے بھاگنا کوئی گناہ نہیں ہے مسلمانوں کے ہاں پیچھے بھاگنا گناہ ہے۔ یہاں ایک صاحب ہیں فوجی وہ وہاں لڑائی میں تھے بنگلہ دیش بننے سے پہلے (مشرقی پاکستان کے) ہندی محاذ پر اِن کے سپاہی بھاگنے لگے وہ تھے سو تقریبًا ایک جگہ اور ایک محاذ پر ہی اگر پیچھے ہٹ جائیں تو پھر سب محاذوں پر اَثر پڑتا ہے اُس کا اور اگر وہاں جم جائیں تو دُوسرے محاذوں پر بھی اَثر پڑتا ہے تو کوئی چھیانوے میل کا علاقہ تھا اُن کا وہ پیچھے ہٹنے لگے اور ہندو آگے بڑھے تو اِنہوں نے کہا کہ تم شرم کرو اِن رام رام کہنے والوں سے تم پیچھے ہٹ رہے ہو بھاگ رہے ہو اور لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ تم پڑھتے ہو تو کہتے ہیں میں نے اُن سے اِتنا کہا تو وہ جم گئے اگرچہ جمنا بالکل بے موقع تھا اُن میں سے اَسّی کے قریب شہید ہو گئے وہاں پیچھے ہٹنا رُک گیا اور گیارہ کے قریب کہتے تھے شدید زخمی ہوئے یہ سب

کچھ ہوا لیکن پیچھے ہٹنا پھر بند ہو گیا ایک اِنچ بھی پیچھے پھر نہیں ہٹے۔ تو اِس طرح کی چیزیں جب پیش آتی ہیں اور مسلمان جمتے ہیں تو اللہ تعالیٰ کامیابی عطا فرما دیتے ہیں تو جہاد تو وہاں روز ہوتا رہتا تھا رسول اللہ ﷺ کے غزوات جو شمار کیے گئے ہیں وہ ستائیس تک ہیں جن میں خود رسول اللہ ﷺ تشریف لے گئے، باقی ! باقی اور بھی ہیں جن میں آپ نہیں تشریف لے گئے اور یہ فرمایا کہ اگر مجھے اُمت کا خیال نہ ہوتا تو میں خود جایا کرتا ہر جہاد میں اور کسی بھی لشکر میں میں یہاں نہ بیٹھا رہتا مَا قَعَدْتُّ خَلْفَ سَرِیَّةٍ [1] میں خود شامل ہوتا لیکن ایسے ہے کہ جس چیز کو رسول اللہ ﷺ ہمیشہ اور پابندی سے کریں تو وہ پھر واجب ہو جاتی ہے تو وجوب کے درجہ سے ہٹانے کے لیے کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ ایسا سمجھا جانے لگے اِس لیے رسول اللہ ﷺ نے یہ بھی کیا ہے کہ تشریف نہیں لے گئے بلکہ دُوسروں کو بھیجا ہے فلاں جگہ فلاں کو، فلاں جگہ فلاں کو اَمیر بنا کر بھیجا ہے۔

ایک اور دو کا تناسب یا ایک اور دس کا تناسب :

تو بھاگ جانا اُس زمانے میں بالکل منع تھا پہلے یہ تھا کہ ﴿اِنْ یَّکُنْ مِّنْکُمْ عِشْرُوْنَ صَابِرُوْنَ یَغْلِبُوْا مِائَتَیْنِ﴾ اگر تم میں سے بیس ہوں گے جو جم جائیں وہ دو سو پر غالب آجائیں گے، قرآنِ پاک کی آیت ہے اُس کے بعد جب مسلمانوں کی تعداد بڑھ گئی تو پھر حکم بدل گیا ﴿اَلْئٰنَ خَفَّفَ اللّٰهُ عَنْکُمْ وَعَلِمَ اَنَّ فِیْکُمْ ضَعْفًا فَاِنْ یَّکُنْ مِّنْکُمْ مِّائَةٌ صَابِرَةٌ یَّغْلِبُوْا مِائَتَیْنِ﴾ اگر تم میں سو ہیں جو جمنے والے ہیں تو وہ دو سو پر غالب آجائیں گے تو حکم بدل گیا کہ ایک اور دو کا مقابلہ رہ گیا تو ایک اور دو ہوں یا ایک اور دس ہوں اَب تک وہی صورت ہے کہ اگر جم جائیں تو غالب پھر بھی آجاتے ہیں مسلمان تو اللہ تعالیٰ نے یہ (ممانعت کا) حکم جو رکھا ہے کہ میدانِ جہاد میں پیٹھ پھیر کر بھاگنا مگر اِس میں مستثنیٰ دو شکلیں کر دیں، ایک یہ کہ وہ اپنے گروہ کے پاس جا رہا ہے اور ایک صورت یہ ہے کہ وہ پلٹ کر حملہ کرنا چاہ رہا ہے وہ کوئی چال چل رہا ہے اِس طرح کی، اُس میں اگر مارا گیا تو پیٹھ کی طرف سے گولی لگی اُس کے، مارا گیا بظاہر ایسے لیکن وہ اِس میں داخل نہیں ورنہ بہت شدید بات ہے کوئی پیچھے ہٹے پیچھے ہٹنا بالکل منع ہے۔

---

[1] بخاری شریف کتاب الایمان رقم الحدیث ٣٦

پاک دامن عورت پر بہتان :

آقائے نامدار ﷺ نے جو کبائر گنائے اُن میں یہ آتا ہے وَقَذْفُ الْمُحْصِنَاتِ الْمُؤْمِنَاتِ الْغَافِلَاتِ [1] مُوْبِقَاتْ میں مہلِکات میں شمار ہوتا ہے کہ کوئی پاک دامن عورت ہے اور اُس پر اِلزام لگا دیا، یہ گویا اُس بیچاری کی بدنامی بھی ہوگئی مستقبل بھی اُس کا تباہ کرنا ہوگیا ایک طرح سے تو بظاہر تو یہ ہے کہ زبان ہی چلائی ایک کلمہ کہا ہے زبان سے لیکن حقیقۃً خدا کا غضب مول لے لیا اُس نے، مہلِکات کا مطلب یہ ہے کہ اِس کے بعد ہوسکتا ہے کہ اُس سے نیکی کی توفیق ہی سلب کرلی جائے اور گناہ ہی کی طرف وہ چلتا رہے اور گناہ ایسے بھی ہوتے ہیں معاذ اللہ کہ جن کا نتیجہ اِیمان کا سلب ہوجانا ہے اَلعیاذ باللہ! اللہ پناہ میں رکھے۔ تو ایسے ہی نیکیاں بھی، کوئی نیکی پسند آجاتی ہے اللہ کو تو وہ نجات کا باعث بن جاتی ہے دونوں چیزیں ہیں ﴿ نَبِّئْ عِبَادِیْٓ اَنِّیْٓ اَنَا الْغَفُوْرُ الرَّحِیْمُ ﴾ میرے بندوں کو بتلا دیجئے کہ میں غفور رحیم ہوں ﴿ وَاَنَّ عَذَابِیْ هُوَ الْعَذَابُ الْاَلِیْمُ ﴾ یہ بھی ساتھ ساتھ لگا دیا کہ میرا عذاب جو ہے وہ بڑا دردناک عذاب ہے۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو اَعمالِ صالحہ کی توفیق دے، صحیح راہ پر چلائے اور آخرت میں رسول اللہ ﷺ کا ساتھ نصیب فرمائے، آمین۔ اِختتامی دُعا..............

---

[1] مشکوۃ شریف کتاب الایمان رقم الحدیث ۵۲